سوموار
۱۲۔ دسمبر ۱۹۹۴ء

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ
الفضل ربوہ
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۴-۷۹ نمبر ۲۷۸ | سوموار ۸ رجب ۱۴۱۵ھ ' ۱۲ فتح ۱۳۷۳ ہش ' ۱۲ دسمبر ۱۹۹۴ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جس کو خدائی کا جلوہ دیکھنا ہو اسے چاہئے کہ دعا کرے

اصل بات یہ ہے کہ دعا کے اندر قبولیت کا اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے جب انتہائی درجہ کا اضطرار پیدا ہو جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت کے آثار اور سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ پہلے سامان آسمان پر کئے جاتے ہیں اس کے بعد وہ زمین پر اثر دکھاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں بلکہ عظیم الشان حقیقت ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس کو خدائی کا جلوہ دیکھنا ہو اسے چاہئے کہ دعا کرے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

دنیوی لوگ اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس بات کے لئے مجبور نہیں ہے کہ اسباب کا محتاج ہو۔ کبھی چاہتا ہے تو اپنے پیاروں کے لئے بلا اسباب بھی کام کر دیتا ہے اور کبھی اسباب پیدا کر کے کرتا ہے اور کسی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ بنے بنائے اسباب کو بگاڑ دیتا ہے۔

غرض اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آجاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو۔ کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جاوے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تاکہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر وہ سچی توبہ ہے تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم ص ۲۲۱)

اپنے اموال خدا کی راہ میں بشاشت سے خرچ کرنے چاہئیں

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثالث)

کثرت سے خدا کی تسبیح و تحمید کرنی چاہئے

دوستوں کو اپنے اموال خدا کی راہ میں اس کی رضا کے حصول کے لئے زیادہ بشاشت کے ساتھ خرچ کرنے چاہئیں اور اپنی اولادوں کی تربیت اس طرح کرنی چاہئے کہ احمدیوں کے گھروں میں ایسی نسل پیدا ہو جو خدا کے ہر بندہ کی خواہ اس کا مذہب اور عقیدہ کچھ ہی ہو یا کہیں کا رہنے والا ہو رنگ اور نسل کے امتیاز کے بغیر بنی نوع انسان کی خیر خواہی کرنے والی ہو تاکہ دنیا میں انقلاب عظیم بپا ہو جائے۔

انقلاب مختلف شکلوں میں رونما ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ نوع انسان کی زندگی میں خونی انقلاب آتے رہے ہیں اور بعض انقلاب محبت کی فراوانی کے انقلاب آتے رہے ہیں جیسا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک انقلاب عظیم بپا ہوا اور وہ انقلاب عظیم بپا ہوا تھا نوع انسانی کی خیر خواہی کا۔ حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) نے فرمایا ہے کہ یہ جو دنیا نے انقلاب عظیم دیکھا کہ سارا بت پرست عرب مسلمان ہو گیا اور اس انقلاب نے وحشی اور درندہ صفت لوگوں کو انسان بنا دیا۔ صرف انسان ہی نہیں باخدا اور خدا ترس انسان بنا دیا۔ لوگوں کی بھلائی کے لئے ایک قوم پیدا کر دی۔ یہ کس بات کا نتیجہ تھا۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شبینہ دعائیں تھیں جو راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ دنیا کے لئے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں امت مسلمہ میں کئی بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے دعاؤں کے ذریعہ نوع انسانی کی خیر خواہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا

باقی صفحہ ۷ پر

فہرست جنازہ

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے بتاریخ ۹۴-۱۱-۱۸ بروز جمعہ درج ذیل وفات یافتگان کی نماز جنازہ بیت الفضل لندن میں پڑھائی۔

جنازہ حاضر:

Mr. Ismail Trewally of the Gambia

جنازہ غائب

۱۔ مکرم ڈاکٹر نسیم بابر صاحب (راہ خدا میں جان قربان کرنے والے) اسلام آباد۔
۲۔ مکرم دلشاد حسین صاحب (راہ خدا میں جان قربان کرنے والے) لاڑکانہ۔
۳۔ مکرمہ عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ صوبیدار شہاب الدین صاحب اوکاڑہ۔
۴۔ مکرمہ زہرہ بی بی صاحبہ والدہ محمود احمد صاحب رحیم یار خاں۔
۵۔ مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک عنایت اللہ صاحب لاہور۔
۶۔ مکرمہ منظورہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا احمد بیگ صاحب ڈگری سندھ۔
۷۔ مکرم عبد الرؤف خاں صاحب لاہور۔
۸۔ مکرمہ خورشید اختر صاحبہ اہلیہ ملک عبد الحق صاحب ٹورنٹو۔ کینیڈا۔
۹۔ مکرم مشتاق احمد صاحب باجوہ برادر چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ پاکستان۔
۱۰۔ مکرمہ بشیراں بی بی صاحبہ اہلیہ شیخ شریف احمد صاحب کراچی۔
۱۱۔ مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ عبد المنیب صاحب ربوہ۔
۱۲۔ مکرمہ ہاشم بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری غلام حیدر صاحب ساہی پاکستان۔
۱۳۔ مکرمہ خدیجۃ الہادی صاحبہ امریکہ۔
۱۴۔ مکرم ناصر احمد صاحب گوہر آباد کراچی۔
۱۵۔ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ اہلیہ محمد رفیق صاحب پاکستان۔
۱۶۔ مکرم خالد لطیف صاحب کراچی۔
۱۷۔ مکرم ندیم احمد باجوہ صاحب برادر مکرم نسیم احمد صاحب باجوہ جرمنی۔

باقی صفحہ ۸ پر

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی - ربوہ

قیمت
دو روپیہ

۱۲- فتح - ۱۳۷۳ ھش ۱۲- دسمبر ۱۹۹۴ء

ہماری گلیاں

یہ بڑی دل خوش کن بات ہے کہ ربوہ میں سڑکیں مرمت بھی کی جارہی ہیں سڑکیں دوبارہ بھی بن رہی ہیں اور سڑکوں کی توسیع بھی کی جارہی ہے۔ جس سرکاری افسر نے یہ ذمہ داری کاقدم اٹھایا ہے وہ ہمارے شکریے کے بھی مستحق ہیں اور داد و تحسین کے بھی۔ ٹوٹی پھوٹی سڑکیں اور وہ بھی کم چوڑی ربوہ کو کسی طرح زیب نہیں دیتیں۔ ٹریفک بڑھ رہی ہے۔ سکولوں کے بچے انہی سڑکوں پر سے ہوتے ہوئے اپنی درسگاہوں میں آتے جاتے ہیں۔ اور اس بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر یہی بات مناسب تھی کہ سڑکوں کی مرمت بھی کی جائے۔ مزید سڑکیں بھی تعمیر کی جائیں اور سڑکوں کی توسیع بھی کی جائے۔

لیکن ہم افسران بالا کی توجہ اس بات کی طرف بھی مبذول کروانی چاہتے ہیں کہ گلیاں بھی تو آخر ٹریفک ہی کے لئے ہوتی ہیں' گلیوں کی جو اس وقت کیفیت ہے وہ بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان کی طرف توجہ کی جائے کچھ گلیاں ایسی ہیں کہ آدھی پکی بن چکی ہیں اور باقی آدھی سال ہا سال سے اسی طرح کچی پڑی ہیں۔ بعض گلیوں میں سولنگ ہو چکی ہے۔ لیکن ایک عرصے کے بعد یہ سولنگ بھی اب اتنی مناسب نہیں رہی جتنی کہ آغاز میں تھی۔ ٹوٹی ہوئی اینٹیں بعض اوقات پانی کے چھوٹے چھوٹے گڑھے بن جاتے ہیں ویسے بھی سولنگ کوئی اصل سڑک کا متبادل تو نہیں ہوتا۔ لیکن بہرحال سولنگ ہی ہو جائے۔ اور اس کی دیکھ بھال کی جاتی رہے تو یہ بھی غنیمت ہے۔ بعض گلیاں ایسی ہیں کہ ان میں مکانوں کے ساتھ ساتھ نالیاں نہیں بنی ہوئیں چنانچہ گھروں سے گندا پانی نکل کر باہر گلی میں یوں پھیل جاتا ہے جیسے اس کے لئے اور کوئی جگہ ہی نہیں۔ منظر بھی بدنما ہو جاتا ہے اور لوگوں کا وہاں سے گذرنا بھی آسان نہیں رہتا۔ اگر نالیاں بن جائیں تو کم از کم پانی اس طرح تو نہ بکھر کر لوگوں کے لئے مشکلات کا باعث بنے۔ بعض گلیاں ایسی ہیں کہ وہاں مکان صرف یک طرفہ ہیں۔ دوسری طرف میدان ہیں۔ ان گلیوں میں بھی مکانوں کے ساتھ ساتھ کوئی نالی نہ ہونے کی وجہ سے ہر گھر کو ایک الگ پانی کے نکاس کا راستہ بنانا پڑتا ہے اور بنانا کیا پڑتا ہے پانی خود ہی راستہ بنا لیتا ہے۔ اگر کسی نے راستہ بنانے کی کوشش کی ہے تو وہ اس اندازے کے مطابق نہیں جو گلیوں میں ہونا چاہئے۔ یہ نالیاں تو گڑھے معلوم دیتے ہیں۔ اور ایسی گلیوں میں ٹریفک کا چلنا دشوار ہو جاتا ہے بلکہ بعض گلیوں پر تو کسی دوسری گلی سے ہو کر اس گلی کے سامنے والے میدان میں آکر تو ٹھہرا جاسکتا ہے لیکن گھروں کے سامنے نہیں۔ یہ ساری باتیں تقاضا کرتی ہیں کہ جس طرح سڑکوں کی طرف توجہ کی گئی ہے اور اہالیان شہر کو ممنونیت کا موقعہ عطا کیا گیا ہے اسی طرح ان گلیوں کی طرف بھی توجہ کی جائے۔ گلیوں میں نالیاں بنائی جائیں تاکہ گلیاں صاف رہیں۔

گلیوں میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے جس کا تدارک لازمی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں دیکھتا کہ مرمت ہونے والے مکانات یا نئے تعمیر کئے جانے والے مکانات کا سامان کس طرح گلی میں بکھرا پڑا ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ اسے گلی میں ہونا ہی نہیں چاہئے۔ آخر اس سامان کو کہاں رکھا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسے افراد کو ہدایت دے سکے تو یہ کیا جاسکتا ہے کہ آدھی گلی میں سامان کو بکھیر لیا جائے لیکن باقی آدھی گلی تو ٹریفک کے لئے خالی چھوڑی جائے۔ بہت سی گلیوں میں یہ بات خاصی مشکل کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی طرح بعض گلیوں میں جب تقریبات منعقد کی جاتی ہیں تو ٹریفک کے گزرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا انسان کے وہاں سے چلنے کے لئے بھی اتنی دقت ہوتی ہے کہ رسوں کو پکڑ کر اور دوسری طرف گلی کا سہارا لے کر ٹاکم ٹوئیاں مارتے ہوئے وہاں سے گذرنا پڑتا ہے۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ قناتیں اس طرح لگائی جائیں کہ تھوڑا سا حصہ ٹریفک کے لئے چھوڑ دیا جائے لیکن ایسا ہوتا نہیں۔ اگر ایسا کر لیا جائے تو یقیناً کوئی گلی بھی کسی وقت ان تقریبات کی وجہ سے بند نہیں ہو جائے گی۔ ٹریفک باقاعدہ جاری رہے گی۔ ورنہ بعض اوقات خاصے فاصلے پر سے جا کر گھر پہنچا جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں ہمارے اپنے بھی سوچنے کی ہیں اور ذمہ دار افسروں کی توجہ کے بھی لائق ہیں اور اگر ہم ان کی طرف سب مل جل کر توجہ کریں تو ہر شخص کے لئے سہولت کا باعث ہوگا شہر بھی زیادہ خوش نما ہوگا۔ ٹریفک بھی آسانی سے چل سکے گی اور پیدل چلنے والے بھی کوئی دقت محسوس نہیں کریں گے۔

کوچۂ دلدار میں تو سر کے بل جاتے ہیں ہم
اور عقیدت سے خلوصِ دل میں ڈھل جاتے ہیں ہم
شکرِ للہ اپنا ہر لمحہ رہا وقفِ نیاز
دب دبا کر پھولتے ہیں اور پھل جاتے ہیں ہم

ابوالاقبال

○

حقیقت ہو اگر ثابت تو پھر اس پر گماں کیوں ہو
تجھے جو دیکھ لے وہ مائلِ حُسنِ بتاں کیوں ہو

تمنا ہو طلب ہو عشقِ صادق ہو جو اے سالک
تو پھر مستور آنکھوں سے وہ حسنِ دلستاں کیوں ہو

بصیرت ہے میری مرہون تیرے طور معنی کی
تو پھر اس کو تلاش طوطیائے اصفہاں کیوں ہو

پڑا ہو پردۂ بے التفاتی جب بصیرت پر
تو پھر اغیار پر روشن تیری رمزِ نہاں کیوں ہو

تجھے فسخ العزائم سے بھی پہچانا ہے جب میں نے
تو تحصیلِ مقاصد پر مجھے تیرا گماں کیوں ہو

جہاں نازِ محبت ہے جہاں ہے آبِ چشم تر
وہاں سالک کی کشتی پر ہوس کا بادباں کیوں ہو

جو دیکھے کوئی آکر حُسن و احسان بشیرالدین
تعجب ہے کہ پھر پوچھے کہ تم جانِ جہاں کیوں ہو

ہو تم رطب اللساں مدّاحئ---- سے اے خاکی
ہوا معلوم اب ہم کو کہ تم شیریں بیاں کیوں ہو

عبد الرحمن خاکی

ایم ٹی اے کے پروگرام

سوموار ۱۲- دسمبر ۱۹۹۴ء

پاکستان کا وقت	تفصیل پروگرام
6-15	تلاوت
6-30	ملاقات - ہومیوپیتھی کلاس
7-30	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منتخب احادیث
7-40	نظموں کا صحیح تلفظ - میزبان محترمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ
8-05	لائبریری سے انتخاب
8-50	کل کے پروگرام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یاد رفتگان

نصرت ظفر

مکرم چوہدری ظفر احمد - ہالینڈ

میں نے حال ہی میں زندگی کی اپنی راہوں میں اپنا رفیق زندگی کھویا ہے۔ بہت ہی عظیم اور بے مثال جس کی جدائی سے دل زخمی ہے۔ سوچیں پریشان ہیں۔ جذبات و احساسات کے افق پر غم کے بادل چھاگئے ہیں۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم ہے۔ یہ نعمت اسی کی دی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی امانت واپس لینی ہی تھی جلد یا بدیر۔ انسانی زندگی کی حقیقت تو بس اتنی سی ہے۔

ہوا کے دوش پر رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا! سے شکائتیں کیسی!

اپنے ماضی کے جھروکوں سے جھانکتی ہوں تو ایک عجب نظارہ ہے۔ گاؤں کا سادہ اور صاف ستھرا ماحول۔ جہاں پیار و محبت اور خلوص کا دربار عام ہے۔ اپنے بزرگوں کی نیکیوں کے طفیل ہر نگاہ عزت سے پڑتی ہے۔ اور ہر لب سے کلمہ خیر نکلتا ہے۔ حضرت دادا جان مولوی فضل دین صاحب نے اوائل احمدیت میں بیعت کرکے حضرت بانی سلسلہ کے ۳۱۳ رفقاء میں مقام پایا۔ ان کے تقویٰ و طہارت اور پاک طینتی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں عقیدت تھی اور پیار تھا۔ عقیدت و عزت کے یہ رشتے اگلی نسل میں منتقل ہوئے میرے ابا جان چوہدری سعد الدین کا نام لیتے وقت لوگوں کے دل میں جو عقیدت کے فوارے پھوٹتے تھے ان کی نگاہیں ان جذبات کی غماز ہوتیں۔ میرے سسر اور تایا جان مولوی عبدالرحمٰن کا ذکر ہر محفل میں عزت سے لیا جاتا۔ ان ہی بزرگوں کی نسل ہونے کے ناطے سب کی شفقت و محبت کے سائے میں پل کر بڑے ہوئے۔

کتاب زندگی کا نیا باب شروع ہوتا ہے۔ بچپن کی حدیں جوانی سے جاملتی ہیں۔ ایک ہی خاندان کے دو افراد بزرگوں کی بے پناہ دعاؤں کے ہجوم میں رشتہ ازدواج میں منسلک کردیئے جاتے ہیں۔ یہ دو ساتھی زندگی کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں جو سکینت کی دولت سے مالا مال ہیں۔ جن کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔

اپنے بیوی بچوں کے آرام و آسائش کا انہیں بے حد خیال رہتا۔ اپنے گھر والوں کو ہمیشہ خوش حال۔ اور شادمان دیکھنا چاہتے۔ دن بھر کام کاج میں مصروف رہنے کے بعد شام کو گھر لوٹتے تو گھر کے در و دیوار چمک اٹھتے۔ بچوں کے ساتھ خوب محفل لگاتے اور بچے بھی حد ادب میں رہتے ہوئے ہر موضوع پر بے تکلف گفتگو کرتے۔ ایسا گہرا لگاؤ تھا کہ بچے ان کے بغیر کسی محفل میں نہ جاتے نہ ہی وہ خود بچوں کے بغیر۔ گھر کی فضا میں ہمیشہ گرمجوشی اور رونق رہتی۔ گھر کے کسی فرد کو بھی مغموم و پریشان نہ ہونے دیتے۔ ہر انسان اپنے ساتھی سے اور اپنی اولاد سے محبت رکھتا ہے۔ لیکن جس پیار میں عزت اور اعتماد شامل ہو ایسی وفا بہت کم لوگ دے پاتے ہیں۔ میں اور میرے بچے اس لحاظ سے جتنا بھی اس ہستی پر فخر کریں کم ہے۔ کیونکہ اس نے ہمیں اس دولت سے مالا مال رکھا۔ میں وہ قلم کہاں سے لاؤں اور وہ ہنر کیوں کر پیدا کروں جو اس کیفیت کو الفاظ کا جامہ پہنا سکے۔ کتنے ہی احساسات ہیں جو تحریر کی صورت میں ڈھل نہیں سکتے۔ میرا گھر جنت کا نمونہ تھا۔ اس گھر کا کونہ کونہ خوشیوں سے آباد تھا۔ ہر طرف قہقہے گونجتے تھے۔ در و دیوار سے شادمانی کے دھنیں سنائی دیتی تھیں۔ وہی گھر ہے اور وہی ہم گھر کے افراد لیکن اس ایک شخص کے نہ ہونے سے فضاؤں میں کوئی نغمہ نہیں پھوٹتا۔ نہ مہکتی صبحیں ہیں نہ گلنار شامیں۔

بہت زندہ دل اور ملنسار طبیعت پائی تھی۔ ان کی خواہش ہوتی کہ مہمانوں کی آمد و رفت رہے۔ دستر خوان سجتے رہیں اور محفلیں جمتی رہیں۔ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ مرکز سے آیا ہوا شاید ہی کوئی نمائندہ ہو جس کی میزبانی کے لئے اپنے آپ کو پیش نہ کیا ہو۔ بلکہ اپنی بیماری کی پرواہ کئے بغیر ایرپورٹ پر خود لینے جاتے اور خود ہی چھوڑنے جاتے۔ ٹھہرانے کے لئے گھر بھی پیش کرتے۔ بس مولوی صاحب یا امیر صاحب کا فون آجاتا اور فوراً لبیک کہتے۔ جماعت کے لئے دل میں درد رکھتے تھے۔ جس دن ہیگ کی بیت مبارک میں آگ لگی۔ خبر سنتے ہی فوراً پہنچے اور اس وقت جتنی رقم گھر میں موجود تھی امیر صاحب کو پیش کردی کہ نماز پڑھنے کے لئے نئے قالین وغیرہ کی ضرورت ہوگی۔ بیت الذکر کی خدمت کو سعادت سمجھتے۔ زوئٹر میر شہر میں منتقل ہونے سے پہلے جتنی دیر ہیگ میں رہے ہر ہفتہ بیت الذکر میں پھولوں کا گلدستہ لگا کر آتے اور کہتے کہ جب سے ہالینڈ آیا ہوں جس دفتر یا ادارے میں گیا ہوں کمرے کے وسط میں یا کسی کونے میں پھول ضرور پڑے ہوتے ہیں۔ میں اپنی بیت الذکر کو اس سے خالی پاتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ باہر کے لوگ جب آتے ہیں تو دل میں سوچتے ہوں گے کہ یہ لوگ کتنے بد ذوق ہیں۔ اسی طرح ظاہری عہدوں کی بجائے رضاکارانہ خدمت میں مزہ پاتے۔ ہمیشہ وہ مشورہ دیتے جو جماعت کے مفاد میں ہوتا۔ بعض اوقات ان کی صاف گوئی دوسروں کو چبھتی بھی تھی۔ مگر انہوں نے ہمیشہ نیک نیت کو اپنا شیوہ رکھا۔ نظریات سے اختلاف کیا تو کیا مگر کسی انسان کی ذات سے اختلاف نہیں رکھا۔ بلکہ مخالف نظریہ رکھتے ہوئے بھی ہر ایک کی عزت کی۔ دوسروں کی عزت نفس کا بہت خیال رکھتے کبھی کسی کی عیب جوئی نہ کی۔ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ ان کے قول یا فعل سے کسی کا دل نہ دکھے۔

بہت مصروف زندگی تھی ان کی مگر پھر بھی بیت الذکر جانے کے لئے وقت نکال لیتے۔ اور ہمیشہ خلوص اور تعلق خاطر سے سب کو ملتے۔ چنانچہ ان کی وفات پر مولانا ناصر احمد شمس صاحب لکھتے ہیں۔

"مکرم و محترم ظفر صاحب کی وفات حسرت آیات کا بہت ہی دکھ ہوا ہے۔ ہالینڈ میں قیام کے دوران میرے ساتھ تو ان کا بہت ہی محبت اور شفقت والا سلوک رہا۔ بڑی بڑی لمبی مجلسیں اور محفلیں ان کے ساتھ ہوا کرتی تھیں اور پھر کسی کا بھی اس محفل سے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ بہت مرنجان مرنج شخصیت تھے۔ جس مجلس میں بھی ہوتے میر مجلس ہی لگتے تھے۔ اب خط لکھتے وقت ان کی وہ ساری باتیں فلم کی طرح سامنے آرہی ہیں۔

آیا کریں گی یاد تمہاری وہ صحبتیں
ڈھونڈا کریں گے ہم تمہیں فصل بہار میں

بڑے ہی کٹھن اور مشکل حالات سے گزرے لیکن مجال ہے کہ کبھی ان کی پیشانی پر شکن آئی ہو۔ بڑی محنت اور استقلال سے انہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں غیر معمولی مقام حاصل کیا۔ خدا تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے۔ ان کی نیکیوں کو ان کے لئے اجر عظیم کا باعث بنائے۔ اور آپ سب کو صبر کی توفیق دے۔ آمین۔ اسی طرح مولانا اللہ بخش صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں "کل شام یہ افسوسناک اطلاع ملی برادرم مکرم چوہدری ظفر احمد صاحب وفات پا گئے ہیں۔ مکرم چوہدری صاحب اس عاجز سے بڑے پیارے اور اخلاص کا تعلق رکھتے تھے۔ جب تک ہالینڈ میں رہا اکثر مشن ہاؤس تشریف لاتے اور لمبا وقت اکٹھے بیٹھتے۔ بعد میں جب بھی ہالینڈ جانے کا اتفاق ہوا۔ اپنے کام کا حرج کرکے بھی فوری طور پر ملاقات کا موقع بہم پہنچاتے رہے۔ مجھے وہ بہت عزیز تھے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ بخشش اور ستاری کی چادر میں ڈھانپ لے۔ اور جنت میں جگہ دے۔ اور آپ سب لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

خطوط تو بڑی تعداد میں دور و نزدیک سے موصول ہوئے ہیں اور ہر ایک نے بڑے ہی پیار سے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ مگر میں نے صرف ان خطوں کے اقتباسات پیش کئے ہیں جن کا تعلق مقامی مشن ہاؤس سے رہا۔ مجلس عاملہ ہالینڈ کے ممبران نے جو قرارداد تعزیت بھیجی اس میں لکھتے ہیں۔

"محترم برادرم ظفر احمد صاحب کی وفات ہم ممبران مجلس عاملہ ہالینڈ کو بہت ہی دکھ اور کرب میں مبتلا کرگئی۔ ان کی اچانک جدائی سے وہ کون سی آنکھ ہے جو پرنم نہیں ہوئی اور کون سا دل ہے جو حزن و ملال اور دکھ سے نہ تڑپا ہوگا۔

مکرم چوہدری صاحب بہت ہی مرنجان مرنج طبیعت اور خوبیوں کے مالک تھے۔ مذہب و سیاست و سائنس اور قرآنی علوم پر خاصی دسترس تھی۔ کسی بھی مجلس میں اگر کچھ بھی موضوع بحث کے لئے نہ ہوتا تو آپ کی اس مجلس میں موجودگی بہت سے موضوعات کا پیش خیمہ سمجھی جاتی۔ خدائے لم یزل سے دعا ہے کہ ان کی جدائی نے جماعت احمدیہ ہالینڈ میں جو خلاء پیدا کردیا ہے وہ ان کی اولاد کے ذریعہ پر ہو جائے آمین۔ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ حسنات دارین سے نوازے۔ ہم ممبران مجلس عاملہ ہالینڈ آپ کے غم میں شریک اور دعاگو ہیں۔

منکسر المزاجی ان کا شیوہ تھا۔ بہت کچھ علم رکھنے کے باوجود ہمیشہ کسر نفسی سے کام لیتے۔ قرآن پاک کا ترجمہ جاننے کے علاوہ کافی حصہ زبانی یاد تھا لیکن کبھی کسی رنگ میں بھی اس کا اظہار نہیں کیا۔ جب مقامی جماعت کے پریذیڈنٹ کی حیثیت سے انہیں نماز تراویح پڑھانے کی ذمہ داری سونپی گئی تو اسے بہت احسن رنگ میں نبھایا۔ اکثر لوگوں پر اس وقت کھلا کہ اس شخص کو قرآن کریم سے کتنا لگاؤ ہے۔ احادیث بھی صرف یاد ہی نہ تھیں بلکہ ان پر عمل بھی کرتے۔ اسی طرح حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتب کو بارہا پڑھا اور کہتے کہ میں جب بھی پڑھتا ہوں مجھ پر نئے معارف کھلتے ہیں۔ اس لئے آپ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ جو میری کتب کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔

رمضان کے مہینے میں حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کا درس باقاعدگی سے سنتے۔ گھر میں ڈش انٹینا لگا رکھا تھا جب پروگرام شروع ہونے کا وقت ہوتا گھر آجاتے۔ سننے کے بعد پھر دفتر چلے جاتے۔ بعد میں بھی اس پر غور کرتے رہتے۔ ایک آیت کے بارے میں اپنا نکتہ نگاہ حضرت صاحب کی خدمت میں لکھ دیا۔ حضرت صاحب کا جواب آنے پر بہت خوش ہوئے۔ اور کہتے مجھے ڈر تھا کہ کہیں حضرت صاحب ڈانٹ نہ دیں کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ لیکن حضرت صاحب نے تو میرے

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نسیم سیفی

سکاٹ لینڈ میں تین دن

یہ کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ غلطی سے سکاٹ لینڈ یارڈ نہ کہہ دوں سکاٹ لینڈ میں ہونا اور بات ہے اور سکاٹ لینڈ یارڈ میں ہونا اور بات ہے۔ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ سکاٹ لینڈ یارڈ اس دفتر کا نام ہے جہاں دنیا بھر کی سب سے زیادہ تربیت یافتہ پولیس رہتی ہے اور یہ نہ صرف برطانیہ کی مدد کرتی ہے بلکہ اگر دیگر ممالک بھی اسے مدد کے لئے بلائیں تو وہاں بھی پہنچ جاتی ہے جیسا کہ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۶۰ء میں نائیجیریا نے سکاٹ لینڈ یارڈ پولیس کی مدد حاصل کی تھی تاکہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ معاً آزادی کے بعد لیگوس' اس وقت کے دارالخلافہ' میں چوریاں کیوں بڑھ گئی ہیں گاڑیاں کیوں زیادہ چرائی جانے لگی ہیں۔ دوکانوں میں زیادہ چوریاں کیوں ہوتی ہیں۔ بہرحال سکاٹ لینڈ یارڈ اس پولیس کے دفاتر کا نام ہے جو دنیا کی سب سے زیادہ تربیت یافتہ پولیس مانی جاتی ہے۔

برطانیہ میں مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ امیر و مربی تھے اور لندن میں رہائش رکھتے تھے۔ گلاسگو میں مکرم برادرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ نئے انگریز مربی متعین تھے۔ وہ وہاں پر ایک کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ اور خیال یہ تھا کہ جلد ہی ایک نیا مشن ہاؤس خرید لیا جائے گا۔ چنانچہ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ نے برادرم مکرم عزیز دین صاحب اور خاکسار کو اس مہم جوئی پر سکاٹ لینڈ بھیجا کہ ہم جا کر چند خالی یا جلد خالی ہونے والے مکانات دیکھ کر آئیں اور ان کی کیفیات اور قیمت کا اندازہ لائیں تاکہ وہ مرکز سے بات کر کے کوئی مکان خرید سکیں۔ چنانچہ ہم دونوں ریل گاڑی کے ذریعے لندن سے گلاسگو پہنچے میری پہلی حیرانی تو اس بات پر تھی کہ میں لندن کے سٹیشن پر کھڑا تھا اور ابھی تک مسٹر عزیز دین تشریف نہیں لائے تھے۔ اکیلا تھا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ دور کھڑے ایک پولیس مین نے میری پریشانی کا اندازہ کرتے ہوئے میرے پاس آ کر مجھ سے پوچھا کہ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ میں نے سوچا یہ پولیس کیسی ہے۔ میں نے تو ہندوستان کی پولیس دیکھی ہوئی ہے۔ برصغیر کی تقسیم کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اور وہی پرانی یادیں ذہن میں تھیں۔ لیکن بہرحال میں نے اس پولیس مین کو بتایا کہ میں اپنے ساتھی کا انتظار کر رہا ہوں پریشان نہیں ہوں۔ وہ مسکرایا چلا گیا۔

لندن سے گلاسگو تک بہت کچھ دیکھا۔ لیکن اپنے ذوق کے مطابق صرف ایک بات یاد رہی کہ ایک خوش پوش وادی میں سے گذرتے ہوئے مسٹر دین کہنے لگے یہ مشہور شاعر برنز کا علاقہ ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں برنز گھوما پھرا کرتا تھا۔ اور اپنی ہمیشہ یاد رہنے والی نظمیں کہا کرتا تھا۔ باقی باتیں بھی یاد رہتیں لیکن ان سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میری کم فہمی سمجھئے یا کچھ اور مجھے بعض باتوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں کسی بڑے شہر میں جاؤں تو دوست مختلف مقامات دکھانا چاہتے ہیں۔ میں ہمیشہ ان سے کہتا ہوں مجھ سے عمارتوں کی باتیں نہ کیجئے میں انسانوں کو دیکھنا چاہتا ہوں ان سے ملنا چاہتا ہوں اور ان کی گفتگو سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس پورے سفر میں جو صبح سے شروع ہو کر شام کے وقت ختم ہوا۔ میری دلچسپی کی چیز صرف ایک ہی تھی اور وہ تھی وہ خوش پوش وادی سرسبز و شاداب اور شاعری سے مہکتی ہوئی جہاں برنز شاعری کیا کرتا تھا۔ گھوما پھرتا تھا۔ مجھے یوں لگا کہ میں اس سرسبز گھاس میں اس کے پاؤں دیکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ میں اس کی آواز سن رہا ہوں۔ کہ وہ مصرعوں پر مصرعے کہتا چلا جاتا ہے۔ اور بار بار گنگنا کر ان میں ترمیم کر رہا ہے۔ کبھی ایک مصرعہ آگے کرتا ہے کبھی دوسرا اور کبھی ایک میں ترمیم کرتا ہے کبھی دوسرے میں۔ بہرحال اس سفر کے آخر پر محترم بشیر احمد صاحب آرچرڈ ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ملتے ہی کہنے لگے آج یہاں مسمریزم کا ایک شو ہے میں نے آپ دونوں کے لئے ٹکٹ لے رکھے ہیں۔ لیکن چلئے پہلے کہیں چائے کی دکان پر بیٹھ کر چائے پئیں۔ ابھی چائے کے کپ آئے نہیں تھے۔ کہ مسٹر آرچرڈ نے اپنے ہاتھ دونوں جیبوں میں ڈالے اور ان میں سے سفید تاروں کے کچھ چھلے نکال کر ان کو آپس میں یوں جڑ دیا کہ ہم سے یہ کہہ کر کہ انہیں کھولئے اور جب ہم کھول نہ سکے تو ہماری بے کسی کا اظہار ہو گیا۔ انہوں نے جھٹ سے ایک سرے پر نہ جانے کیا کیا کہ چھلے کھل گئے۔ اس کے بعد مسمریزم شو کے لئے چلے گئے۔ بہت بڑا ہال آڈیٹوریم۔ سٹیج پر مسمرائزر تھا شاید اس کے ساتھ ایک مددگار۔ اس نے دو کرسیاں رکھیں اور ایک شخص کو اٹھا کر ان پر اس طرح لٹا دیا کہ ایک کرسی پر اس کی ایڑیاں اور دوسری کرسی پر اس کا سر تھا۔ اور مسمرائز کرنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ مسمرائز کرنے کے بعد اس نے کسی شخص سے کہا کہ آؤ اور اس کے پیٹ پر کھڑے ہو جاؤ۔ اب یہ لکڑی کا تختہ بن گیا ہے۔ اس میں لچک نہیں رہی۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ایک شخص نہ صرف اس کے پیٹ پر کھڑا ہو گیا۔ بلکہ اس کے پیٹ پر کھڑا ہو کر ناچنے لگا اور اس شخص کو جسے لٹایا گیا تھا۔ اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ کچھ دیر کے بعد دوسرا شو شروع ہوا۔ تو ایک میز پر پلیٹیں لگا دی گئیں اور چمچے اور کانٹے رکھ دئے گئے۔ اور کچھ لوگوں کو بٹھا دیا گیا اور بٹھا کر مسمرائز کر دیا گیا۔ مسمرائز کرنے کے معاً بعد انہوں نے چمچے اور کانٹے جو پہلے ہی وہاں موجود تھے وہ چلانے شروع کر دئے۔ اور یوں لگا کہ بڑے لذیذ کھانے کھا رہے ہیں۔ ہم جو وہاں بیٹھے تھے ہمارا دل بھی للچایا کہ وہ اتنے آرام سے اور اتنے اچھے طریق سے کھانا کھا رہے ہیں ہمیں بھی دعوت دیں تو ہم بھی پہنچ جائیں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ نہ انہوں نے دعوت دی نہ ہم وہاں پہنچے اور نہ ہمیں مسمرائز کیا گیا۔ اور برادر مکرم آرچرڈ صاحب کو ان باتوں کا شوق تھا۔ بلکہ یہ کہا جائے ایک وقت میں جبکہ وہ فوج میں ملازم تھے یہی باتیں ان کی کارکردگی کا اہم حصہ ہوتی تھیں۔ اگلے روز گھر میں بیٹھے تھے کہ ایک سلیٹ لے آئے۔ کہنے لگے اس پر کچھ نمبر لکھو۔ الٹے پلٹے۔ یعنی تین۔ سات۔ ایک۔ نو۔ پانچ۔ چار۔ دس۔ گیارہ۔ بارہ۔ اس طرح آگے پیچھے۔ اور مجھے ایک نظر دکھا دو۔ دکھانے کے بعد پرے ہٹا لو۔ اور جس طرح آپ نے لکھے ہوں گے میں نمبر اسی طرح پڑھ دوں گا۔ چنانچہ یہ بڑی عجیب سی بات تھی۔ کہ نمبر الٹے پلٹے لکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے صرف ایک نظر دیکھا اور انہیں یاد ہو گیا۔ کہنے لگے کہ یہ مشق ان لوگوں کو کروائی جاتی ہے جو فوج کی ایک خاص کمپنی میں ملازم ہوتے ہیں۔ میں نے بھی یہ مشق کی ہوئی ہے۔ اسی شام انہوں نے بتایا کہ انگلستان کی طرح گلاسکو میں بھی ایک ہائیڈ پارک ہے۔ ہے تو چھوٹی سی لیکن بہرحال اس کا نام ہائیڈ پارک ہے۔ اسے وہی خصوصیات حاصل ہیں جو لندن کی ہائیڈ پارک کو حاصل ہیں۔ ہر شخص تقریر کر سکتا ہے۔ مجھ سے کہنے لگے۔ آپ بھی وہاں چلیں اور تقریر کریں۔ میرے لئے تو یہ ایک ایسا موقعہ تھا۔ جسے نعمت غیر مترقبہ کہا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے میں لندن کی ہائیڈ پارک میں بھی تقریر کر چکا تھا۔ یہاں بھی مجھے موقعہ ملا۔ میں نے سوچا کہ میری اس تقریر میں اگر مسائل بیان کئے گئے تو وہ مسائل ان میں سے اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ سکیں گے۔ مسائل کے لئے باقاعدہ گفتگو ہونی چاہئے۔ اور گفتگو کے لئے وقت چاہئے اور یہاں صرف سوال و جواب۔ چنانچہ میں نے انسان کی کردار سازی پر تقریر کی اور اسی سے متعلق سوالوں کے جواب دئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ کردار اچھا نہ ہو تو مذہب کے اچھا ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوئی شخص اگر کہے کہ میں فلاں مذہب سے تعلق رکھتا ہوں اور وہ مذہب کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو اگر اس کا اپنا کردار اچھا نہیں ہے تو لوگ اس سے متاثر نہیں ہو سکتے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اپنی بات منوانے کا بہترین طریق یہ ہے کہ اپنے کردار میں وہ بات پیش کرو۔

حضرت امام جماعت الرابع نے جرمنی میں ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ ان لوگوں کے پاس تو سب کچھ ہے تم انہیں کیا دو گے تم دراصل انہیں خدا دینے آئے ہو۔ لیکن جب تک تم خدا اپنے دل کے اندر پیدا نہ کرو اس وقت تک انہیں کیسے دے سکتے ہو۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ایک کا تعلق خدا سے نہ ہو اور دوسروں کا تعلق خدا سے قائم کر دے اس لئے حضرت صاحب نے اس بات کی تلقین فرمائی کہ آپ اپنے اندر خدا پیدا کریں۔ یہ بات تو بہت بعد میں کہی گئی لیکن کہنے اور کرنے میں فرق ہوتا ہے۔ اور نہایت موثر۔ میں نے اپنی تقریر میں جہاں تک میرا علم میری پشت پناہی کرتا تھا اسی بات کی طرف توجہ دلائی کہ انسان اصل میں کردار سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر آپ کا کردار اچھا ہے تو مختلف مذاہب بھی اکٹھے رہ سکتے ہیں اور اگر آپ کا کردار اچھا نہیں ہے تو آپ کے اچھے مذہب کو کوئی کیا کرے۔ حاضرین میں سے کئی ایک نے سوال بھی کئے۔ سوال زیادہ تر اس بات سے متعلق تھے کہ کردار پیدا کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ جو کچھ مجھے معلوم تھا۔ میں نے بتانے کی کوشش کی۔ ایک تو وقت کم ہوتا ہے کہ ایسے موقعہ پر لوگ پوری طور پر مطمئن ہو کر جائیں۔ لیکن مقرر کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا کام ان کا اطمینان نہیں۔ اس کا کام صحیح رنگ میں بات بتانے میں ہے اطمینان تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے۔ جب ملتا ہے تو بعض دفعہ ایک چھوٹی سی بات پر مل جاتا ہے۔ اور جب نہیں ملتا تو بڑی بڑی لمبی گفتگوئیں کام نہیں آتیں۔ بہرحال اس سے اگلے روز ہم نے بیٹھ کر اپنی باتیں کیں۔ اس سے پہلے جب بشیر احمد صاحب آرچرڈ لندن میں مقیم تھے تو میرے ساتھ نائیجیریا میں بھی ان کے ساتھ بڑی لمبی چوڑی خط و کتابت ہوتی تھی۔ وہ ہر مسئلہ مجھ سے پوچھتے تھے اور میں اتنی جلد جواب دیتا تھا کہ انہوں نے مجھے لکھا کہ بس مسئلہ پوچھنے والی بات ہے۔ جلدی کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا کہ میں تو یہاں بیٹھا ہی اس لئے ہوں کہ ادھر سے سوال آئے تو جواب دوں ادھر سے سوال آئے تو جواب دوں ہر طرف سے سوال آئیں تو جواب دوں۔ اس لئے جب آپ کا

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صائمہ کریمی بٹ

"قومی زبان......ذریعہ تعلیم و ترقی"

مکرم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب مندرجہ ذیل مضمون کے بارے میں لکھتے ہیں۔
مضمون اچھا ہے۔ میں بھی محترمہ صائمہ صاحبہ سے اتفاق کرتا ہوں کہ اپنی زبان میں ایک تصور کو جلد بھی سمجھایا جاسکتا ہے اور بہتر وضاحت بھی ہو سکتی ہے۔ پڑھ تو ہم رہے ہیں اکنامکس مگر اس کو سمجھنے میں حائل ہو رہی ہے غیر ملکی زبان۔ وہی بات اپنی زبان میں سمجھائی جائے تو محنت اور وقت بھی کم لگے اور وضاحت بھی زیادہ بہتر ہو سکے۔ اس لئے مضامین اپنی قومی زبان میں پڑھانا یقیناً فائدہ مند ہے۔ لیکن انگریزی سے دور چلے جانا بھی نقصان دہ ہو گا۔ دنیائے احمدیت میں تو انگریزی کو بہت اہم مقام حاصل ہے اور ہوتا جا رہا ہے ہم اس کی سود مندی کی کیسے نفی کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہمیں تو اسی میں بات پہنچانی ہے۔ کتابیں لکھنی ہیں۔ خطبات سننے ہیں۔ ہمیں تو اسے بھی اوروں سے زیادہ اپنانا ہو گا۔ اس لئے اردو سیکھئے' اردو میں مضامین پڑھائیے مگر انگریزی کے فروغ کے لئے بھی کوشاں رہئے۔

زبان دراصل انسان کی سماجی و معاشرتی ضرورتوں کی ایجاد ہے۔ سماجی زندگی ہی کے سہارے ہر زبان اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتی ہے۔ اور اسی کے زیر اثر اس کی صورت و معنی میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

کسی زبان کے عروج و زوال کی داستان یا تاریخ کو دراصل کسی قوم کی سماجی ترقی و تنزل کی تاریخ خیال کرنا چاہئے۔

ہماری قومی زبان "اردو" ہے۔ جبکہ ہمارے نظام تعلیم اور دوسرے اکثر شعبہ زندگی میں اردو زبان کو کم اور انگریزی زبان کو زیادہ مقام و استعمال حاصل ہے۔

یہاں کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ انگریزی یا کوئی دوسری زبان سیکھنی یا بولنی و لکھنی صحیح نہیں۔ بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ جب ہمارے پاس پہلے سے اپنی قومی زبان (اردو) موجود ہے تو یہ مسئلہ ہم نے اپنے اوپر سوار کیوں کر رکھا ہے؟

جبکہ دنیا میں جتنے بھی ممالک آج فلک کی بلندیوں کو چھو رہے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں تعلیم پی۔ ایچ ڈی تک اپنی زبان میں ہو رہی ہے۔ ایسے ممالک میں چائنا اور جاپان سرفہرست ہیں۔

جبکہ اکثر ایشیائی ممالک میں بھی شرح خواندگی صرف اس لئے ۸۰ سے ۸۴ فیصد تک پہنچ گئی' کیونکہ انہوں نے اپنی قومی زبان کو اپنے نظام کا حصہ بنایا۔ مقصد یہ ہے کہ قومی زبان اس خطے کے لوگوں کی جڑوں میں موجود ہوتی ہے اور وہ لوگ تخلیقی اور بامقصد ترقی اور کامیابی صرف اپنی زبان میں ہی صحیح طور حاصل پر کر سکتے ہیں۔

جبکہ دوسرے ممالک سے بین الاقوامی تعلقات کے لئے اور ترقی کے ساتھ ساتھ دنیا سے ہم قدم ہونے کے لئے وہ دوسری زبانوں کو ضرور سیکھیں۔ لیکن اپنی شخصیت کو ہر طرح کا شعور وہ اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر کے زیادہ صحیح اور بہتر طور پر دے سکتے ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی زبان اپنے خطے کے موسموں' رواجوں' مذہب' اقدار اور معاشرے سے متاثر ہو کر اپنا وجود بناتی ہے۔ یہ الگ بات ہے، کہ اس زبان میں دوسری زبانوں کا ربط و ضبط کسی نہ کسی طور بڑھنا ایک فطری امر ہے اور اس زبان کو زندہ رکھنے کا اچھا عمل بھی ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ ہمارے ملک کے با اختیار و با اقتدار لوگوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ نظام مملکت کے لئے وہی زبان بنیادی طور پر کارگر ثابت ہو گی کہ جو اس خطے یا ملک کے لوگوں کی اصل اقدار سے منسلک اور ان کی ترجمان ہو گی۔

کیونکہ انسان بے شک کسی خطہ ارض پر بسیرا کرے یا وقتی طور پر اپنے علاقے و زبان سے غیر منسلک رہے۔ لیکن یہ بات ثابت ہے کہ "اس انسان کا اپنی مٹی اور زبان سے رشتہ و تعلق' اس کے جسم کے خون کی مانند اس کی رگوں میں ضرور رواں دواں رہتا ہے"

ہمارے ملک کا نوجوان خاص طور پر اس لئے ذہنی کرب میں مبتلا ہے کیونکہ وہ دو کشتیوں کا سوار ہے۔ اس کے نظام نے اس کو دو طبقاتی تقسیموں میں بانٹ کر اس کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ یعنی اردو میڈیم اور انگریزی میڈیم' طبقے۔

اب نوجوان کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ وہ نوجوان زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے جو انگریزی میں تعلیم حاصل کر رہا ہے یا وہ جو اردو میں؟ اور اسی کشمکش میں وہ نوجوان ملک و قوم کو کیا دے گا؟ کہ جو خود اپنی شخصیت میں دراڑیں محسوس کر رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو حل کر لیا جائے۔ اور ہمارے نظام تعلیم میں (جو کہ ہر نظام کی بنیاد ہے) ہماری قومی زبان کو بنیاد سے لے کر اعلیٰ درجوں تک اولیت کا درجہ دے کر لازمی قرار دیا جائے۔ اور بعد میں دوسری زبانوں کو اختیاری مضامین کے طور شامل کیا جائے۔ اس مسئلے کو پاکستان کے آزاد ہونے سے اب تک کوئی خاص اہمیت نہیں ملی شاید اس لئے کہ'

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے
(ساغر صدیقی)

ہمارے ملک کے اکثر دانشوروں' اہل علم حضرات اور ماہرین تعلیم سے لے کر سائنسدانوں تک نے اس بات کو بلا حیل و حجت مانا ہے کہ

"جب تک ابتدائی جماعتوں سے لے کر اعلیٰ سطح تک اردو کو ذریعہ تعلیم نہ بنایا گیا پاکستان میں تعلیم کا بلند معیار قائم نہ ہو سکے گا۔"

مثال کے طور پر معروف سائنسدان ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی (مرحوم) نے اپنے ان الفاظ میں اپنا خیال ظاہر کیا کہ'

"سائنس اور فلسفہ کی ان دشوار گزار حسین منزلوں تک رسائی جہاں تخلیق و تکوین کے اجالے آنکھوں کو چکا چوند کر دیں۔ ان برخورداروں کے بس کا روگ نہیں جن کا اپنے ادب اور اپنی تہذیب سے سروکار نہ ہو

باقی صفحہ ۶ پر

Living Again

Whate'er I see, whate'er I hear
— A scene or a sound —
From far or near
It dips and dives
Into my quieter mind
Where it can find
A resting place
With a lovely grace,
Unseen by the searching eyes
And it defies
The sharpest memory's test
Which is always at its best
But then
When the dusty years have piled
And life itself has beguiled
The precious moments of the past
Like a starry twinkling cast
The scene or the sound
Comes around
And spreads itself on the wall
To enthrall
My days and nights
By kindling the lights
It makes me live again
In the past that I did retain
In the deepest part
Of my blessed heart.

SONGS OF THE SOUL

زندگی کی گہرائی

میں جو کچھ دیکھتا ہوں
میں جو کچھ سنتا ہوں
وہ ایک منظر ہے یا ایک آواز
دور سے تعلق رکھتی ہو یا قریب سے
وہ میرے پرسکون دل میں تیرتی ہوئی اتر جاتی ہے
جہاں اسے ایک پیار کی جانے والی عظمت کی جگہ مل جاتی ہے
تاکہ آرام کرے
اس جگہ کو وہ آنکھیں بھی نہیں دیکھ سکتیں
جو بہت زیادہ تحقیق کرتی ہوئی دیکھنے والی ہوتی ہیں
اور یہ یادداشت کے بھی ہر امتحان کا مقابلہ کرتی ہیں
اور انتہائی بہتر طریق پر ایسا کرتی ہیں۔
لیکن پھر جب غبار آلود سال ان کے اوپر جمع ہو جاتے ہیں
اور زندگی بذات خود بھول بھلیاں بن جاتی ہے
تو ماضی کے نہایت قیمتی لمحے چمکتے ہوئے ستاروں سے بھرے ہوئے ایک آسمان کی صورت اختیار کر لیتے ہیں وہ منظر ہو یا آواز ہو' واپس آجاتی ہے
اور اپنے آپ کو دیوار پر پھیلا دیتی ہے
تاکہ جذبات میں ایک ہیجان پیدا ہو جائے
میرے دن اور میری راتیں
اس روشنی کے نمودار ہونے سے مجھے گویا دوبارہ زندگی کا موقعہ مل جاتا ہے
اس زندگی کا جو میں نے گذرے ہوئے ایام میں گذاری ہوتی ہے
اور جو بہت دور تک میرے سعادت مند دل میں اتر گئی ہوتی ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مظفر احمد خالد

ہائکنگ کی روایت

جماعت احمدیہ میں ہائکنگ کی روایت بہت پرانی ہے۔ حضرت امام جماعت الثانی ذاتی طور پر اس کھیل کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اور خود جماعت کے نوجوانوں کو اس قسم کی صحت مند تفریح کی طرف راغب کرتے رہتے تھے۔ بہت سے واقعات کے راوی ہمارے محترم جناب چوہدری محمد علی صاحب ہیں۔

اس روایت کو جماعت کے نوجوانوں نے کسی نہ کسی طور پر اب تک زندہ رکھا ہوا ہے۔ امامت رابع کے شروع میں حضرت صاحب نے مجالس صحت کا ادارہ تشکیل دیا تو اس کے تحت ایک ہائکنگ ایسوسی ایشن کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ گزشتہ سات سال سے ہائکنگ ایسوسی ایشن بڑی کامیابی سے ان نامساعد حالات میں اس کھیل کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ اور ہر سال کافی تعداد میں خدام مجلس صحت کے زیر انتظام ہائکنگ کرتے ہیں۔ ذیل میں ان ٹریکز کا ذکر کروں گا جو گزشتہ سات سال میں ہمارے کلب (مونٹین وانڈرلسٹ) نے مجلس صحت کے تعاون سے سر کئے۔ اگر کسی کو ان روٹ کے متعلق معلومات کی ضرورت ہو تو وہ ہمارے کلب سے رابطہ کر سکتا ہے۔ ان ٹریکز میں چند ایک غیر معروف ٹریک ہیں جن کے متعلق معلومات اکٹھی کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

١۔ سیرن ویلی ١٩٨٧ء میں ہم نے ٹریکنگ کا آغاز کیا تھا لہٰذا ایک آسان اور خوبصورت ٹریک مکرم چوہدری محمد علی صاحب کے مشورہ سے منتخب کیا گیا۔ سیرن ویلی کا ٹریک آسان واضح اور خوبصورت ہے۔ ڈاڈر سے شروع ہو کر پارس میں ختم ہوتا ہے۔ سارا راستہ چیڑ کے جنگل کے بیچوں بیچ ہے۔ بلند ترین مقام شدل گلی جس کی اونچائی ١٠،٠٠٠ فٹ ہے۔ راستے میں کنڈ بنگلہ (٨٠٠٠ فٹ) شڑاں بنگلہ (٧٥٠٠ فٹ) شہد پانی بنگلہ (٩٠٠٠ فٹ)، ندی بنگلہ (٨٠٠٠ فٹ) واقع ہیں۔

٢۔ رتی گلی رتی گلی کا ٹریک بھی ربوہ کے ٹریکرز کے لئے ایک معروف اور نہایت خوبصورت ٹریک ہے۔ نیلم وادی میں جتنے بھی ٹریک ہیں وہ اپنی خوبصورتی کا ثانی نہیں رکھتے۔ تمام راستے سرسبز اور شفاف نالوں سے مزین ہیں۔ یہ ٹریک دواریاں جو وادی نیلم میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے سے شروع ہو کر رتی گلی ناڑ کے ساتھ اونچائی کی طرف بڑھتا ہوا دھاریاں جھیل تک جاتا ہے۔ یہ جھیل ایک پیالے کی مانند ہے اس پیالے کی دیواریں بلند و بالا سیاہ رنگ کے پہاڑوں سے بنی ہوئی ہیں۔ بلکہ ایک طرف سبز گھاس کا میدان ہے جس پر رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ جھیل کی اونچائی (١١٠٠٠ فٹ) جھیل کے بعد مزید چڑھائی چڑھ کر رتی گلی آتی ہے۔ یہ درہ وادی نیلم کو وادی کاغان سے منسلک کرتا ہے۔ اس کی اونچائی (١٣،٢٠٠ فٹ) اور ٹریک کا بلند ترین مقام بھی یہی ہے۔ دوسری جانب بھکوال سے ہوتے ہوئے چوڑاں ناڑ کے ساتھ ربڑوائی کا قصبہ واقع ہے جہاں سے جیپ کاغان جانے کے لئے مل جاتی ہے۔

٣۔ شونٹر درہ یہ ٹریک کیل سے شروع ہوتا ہے۔ کیل وادی نیلم' کا آخری قصبہ ہے جہاں تک بس اور پختہ سڑک موجود ہے۔ کیل سے پیدل چلنے کا آغاز ہوتا ہے۔ شونٹر نالا کیل میں دریائے نیلم میں آ کر گرتا ہے۔ ٹریک شونٹر نالے کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا شونٹر ٹاپ تک جاتا ہے راستے میں ڈومیل (٩٠٠ فٹ) بیلہ (٩٥٠٠ فٹ) کوٹھڑی (١٢٠٠٠ فٹ) کی چھوٹی چھوٹی آبادیاں آتی ہیں۔ شونٹر ٹاپ کے قریب پہنچ کر راستہ عمودی چڑھائی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور درہ کے دونوں جانب سارا سال برف موجود رہتی ہے۔ شونٹر درہ کراس کر کے وادی گلگت کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ راستے میں سٹین مرگ' شوداس اور میر ملک کا بڑا قصبہ آتا ہے۔ یہاں سے پیدل رٹو پہنچا جا سکتا ہے جہاں سے جیپ استور کے لئے مل جاتی ہے۔ اس ٹریک میں بلند ترین مقام شونٹر درہ ہے جس کی بلندی ١٤٥٠٠ فٹ ہے۔

ڈاکٹر درہ و نلتر درہ گلگت سے اڑھائی گھنٹے کی مسافت پر نلتر کی خوبصورت وادی واقع ہے۔ نلتر میں چیڑ کا جنگل دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑوں کی ڈھلوان پر جہاں تک نظر جاتی ہے سبز مخملی گھاس کا فرش بچھا ہوا ہے۔ یہ ٹریک نلتر سے شروع ہو کر بلند ترین مقام ڈائز پاس (١٥٥٠٠ فٹ) سے ہوتا ہوا راکاپوشی سلسلہ کوہ کے ساتھ ساتھ بلتر اور واپس ہنزہ تک بھی جاتا ہے۔ راستے میں نلتر جھیل جو (١١٥٠٠ فٹ) شانی (١٢٠٠٠ فٹ) کی جگہیں آتی ہیں۔ دوسرا راستہ شانی سے سیدھا نلتر ٹاپ (١٥٠٠٠) سے ہوتا ہوا اشکومن وادی سے ملتا ہے جہاں پر خوبانی کی بہتات ہے اشکومن ایک بڑا قصبہ ہے یہاں سے گلگت کے لئے جیپ مل جاتی ہے۔

٥۔ درہ پلوغا و درہ کچی کانی یہ ٹریک انڈس کوہستان سے شروع ہوتا ہے عام طور پر بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر لوگ کوہستان میں ٹریکنگ کرتے ہیں مگر ہم نے کوہستان میں ٹریکنگ کرنے کا پروگرام بنایا جو بہت بھرپور اور خوبصورت ٹریک ثابت ہوا۔ داسو سے وادی کے اندر زنبیل ایک چھوٹا سا قصبہ ہے یہاں سے دریا کانڈیا بذریعہ چرخی عبور کر کے دوسری طرف دریا کانڈیا کے ساتھ ساتھ درہ پلوغا کی طرف بڑھتا ہے۔ راستے میں اشواؤ (٦٠٠٠ فٹ) گبرال (٧٠٠٠ فٹ) سومی (٨٤٠٠ فٹ) درہ پلوغا تک جاتا ہے جسکی بلندی (١٤٦٠٠ فٹ) ہے درہ پلوغا کے بعد ٹریک وادی سوات میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں پر پلوغا گاؤں سے ہوتا ہوا موھڈنڈ جھیل سے ہوتا ہوا درہ کچی کانی تک جاتا ہے۔ یہ تمام راستہ دریائے پلوغا کے ساتھ ساتھ سبزہ زاروں کے درمیان سے ہوتا ہوا' کچی کانی تک جاتا ہے۔ جس کی اونچائی ١٦٥٠٠ فٹ ہے۔ درہ کچی کانی کراس کر کے وادی چترال میں داخل ہوتا ہے اور لسپور پر ختم ہوتا ہے جہاں سے گلگت اور چترال کے لئے سواری مل جاتی ہے۔ یہاں سے درہ شندور بھی قریب ہی واقع ہے۔

٦۔ درہ برائی۔ درہ سرانگن' درہ بیاہ' درہ گمکڈوری' یہ ایک غیر معروف مگر انتہائی خوبصورت ٹریک ہے جس میں چار درے کراس کرنے پڑتے ہیں جن کی دونوں جانب سارا سال کافی برف موجود رہتی ہے۔ یہ ٹریک کیل سے شروع ہو کر ڈومیل سے بندر نالے کے ساتھ ساتھ برائی گلی تک جاتا ہے جس کی بلندی ١٤٥٠٠ فٹ ہے۔ راستے میں موری' ڈیلا' (١١،٠٠٠ فٹ) ڈومیل (١١،٥٠٠) زیارت (١٢٠٠٠ فٹ) کی چھوٹی چھوٹی موسمی آبادیاں آتی ہیں جہاں کشمیری آباد ہیں۔ درہ برائی عبور کرنے کے بعد ٹریک وادی چیلاس کے علاقے میں داخل ہوتا ہے اور نالے کے ساتھ ساتھ برائی کی آبادی میں پہنچتا ہے۔ یہاں سے ٹریک پھر بلندی کی طرف وادی کے بیچوں بیچ سرانگن گلی ١٥٠٠٠ فٹ سے ہوتا ہوا بیاہ اور پھر گمکڈوری گلی سے گزرتا ہوا گیتی داس کی وادی میں داخل ہوتا ہے گیتی داس سے کاغان یا بابوسر پاس کے لئے سواری مل جاتی ہے اس راستے میں کئی چھوٹی چھوٹی جھیلیں ہیں جبکہ دو بہت معروف اور خوبصورت جھیلیں بھی دیکھی جا سکتی ہیں ایک مولوسر جھیل اور دوسری دررویت جھیل جو اپنی خوبصورتی کی آپ مثال ہے۔

از وانڈرلسٹ انفاریشن ڈیسک

بقیہ صفحہ ٥

اور جن کی تعلیم کا وسیلہ ایک مجرد اغیر متعلق زبان ہو۔"

تمام اہل علم و ادب حضرات کے علاوہ سائنسدانوں کی اس اہم مسئلے کی طرف نشاندہی' بہت سے مسئلوں کا حل ہے' اگر اس پر عمل کیا جائے۔ بااختیار اور بااقتدار حضرات کو چاہئے کہ وہ اس مسئلے کو یہ جان کر حل کریں کہ "اس کے حل ہو جانے سے ملک کے ٨٠ فیصد مسئلے خود بخود حل ہو سکتے ہیں کیونکہ تعلیم ہی ہر تالے کی کنجی ہے اور تعلیم آسان عام فہم صرف اپنی زبان میں ہو سکے گی۔"

اور اگر قومی زبان کو تعلیم ("بنیاد سے اعلیٰ تعلیم تک") میں لازمی قرار دیا گیا تو وہی دن ہماری کامرانیوں اور کامیابیوں کا آغاز ثابت ہوگا۔ اور ہمارا نظام تعلیم دوسرے نظاموں کو بھی سدھار سکے گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

بقیہ صفحہ ٣

نکتہ نظر کو پسند فرمایا ہے۔

خدمت خلق کا ظفر کی فطرت کا حصہ تھی۔ بعض اوقات اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر دوسروں کے کام کرتے۔ مشورہ چاہنے والے کو ہمیشہ درست اور نیک نیتی سے مفید مشورہ دیتے۔ صرف مشورہ ہی نہ دیتے بلکہ مدد کے

ہر احمدی گھرانے کے سربراہ چیک کر لیں کہ گھر کے جملہ افراد اپنا چندہ وقف جدید ادا کر چکے ہیں۔

ناظم مال وقف جدید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لئے ساتھ چل پڑتے۔

طبیعت میں لطیف مزاح بھی تھا۔ جب بھی سب عزیز اکٹھے ہوتے تو محفل زعفران زار ہو جاتی۔ میرے بڑے بھائی ڈاکٹر ضیاء الدین جو نائیجیریا میں سلسلہ کی خدمت کرتے رہے۔ اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ جب پہلی دفعہ ۱۹۶۱ء میں نائیجیریا کے لئے روانہ ہوئے تو کراچی میں ایک آدھ دن قیام کیا۔ ادھر سے ظفر انگلینڈ سے پاکستان پہنچے۔ دونوں کی ملاقات احمدیہ ہال کراچی میں ہوئی۔ بھائی جان جب جانے لگے تو یہ کہنے لگے میرے پاس کچھ پاؤنڈز ہیں یہ رکھ لیں آپ کے کام آئیں گے۔ بھائی جان بھی بہت منکسر المزاج تھے کہنے لگے ظفر! میں نے زائد پیسوں کو کیا کرنا ہے۔ سفر خرچ کے لئے میرے پاس ہیں پھر وہاں جاتے ہی نائیجیرین کرنسی چلے گی۔ ظفر نے یہ کہتے ہوئے انہیں تھمادیئے بھائی جان! یہ ایسی کرنسی ہے کہ قبر میں بھی چلے گی۔ فرشتے بھی اسے ہنس کر قبول کریں گے چنانچہ انہوں نے رکھ لئے۔ بات مذاق میں ٹل گئی۔ بھائی جان کو منزل مقصود تک پہنچنے میں واقعی ایک جگہ کرنسی کا مسئلہ بن گیا اور وہ پونڈ کام آئے تو جاکر لکھا کہ اس ضرورت کے وقت مجھے ظفر کی بات یاد آئی کہ یہ کرنسی ہر جگہ کام دیتی ہے۔

محفل میں جب کبھی قیامت اور جزا سزا کا ذکر ہوتا تو کہتے کہ آپ نے تو آخرت کو ہوّا بنا رکھا ہے۔ گویا وہاں پہنچتے ہی خدا تعالیٰ کان پکڑوادے گا کہ اب آئے ہو میرے قابو دنیا میں تو میری دسترس سے باہر تھے "میرے تصور میں تو خدا اتنا رحیم اور کریم ہے کہ مجھے کبھی مرنے سے ڈر نہیں آیا۔ جب اس دنیا میں خدا ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود ہم پر اتنی عنایات کرتا ہے تو کیا وہاں جا کر اس کی رحمت اور بخشش ختم ہو جائے گی۔؟

کتاب ماضی کے اوراق الٹاتی جاؤں تو ہر صفحے پر کوئی نہ کوئی واقعہ قلم کو روک لیتا ہے کہ یہ بھی قابل تحریر ہے۔ انہیں خدا پر بہت توکل تھا اور دعاؤں پر بہت یقین۔ ان کی دعاؤں کی قبولیت کا بارہا مشاہدہ کیا۔ خدا تعالیٰ بھی اپنے توکل کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ جب یہ اپنی قبولیت دعا کے واقعات سناتے تو ان کا ایک غیر احمدی دوست مذاق اڑاتا اور کہتا یہ سب اتفاقات ہیں۔ ایک روز چھٹی کے دن اس دوست کے ساتھ پارک میں سیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس کی بیوی اور بچہ بھی ساتھ تھے۔ اتفاق سے دودھ ختم ہو گیا اور بچے نے رونا شروع کر دیا۔ وہ اپنے میاں سے کہنے لگی کہ کہیں سے جا کر دودھ کا انتظام کرو۔ اس نے کہا اس وقت تو نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم شہر سے بہت دور ہیں ویسے بھی دکانیں بند ہو چکی ہیں۔ پھر ہنس کر کہنے لگا کہ اپنے دیور (ظفر) سے کہو کہ یہ خدا سے مانگ دے کیونکہ یہ کہتا ہے کہ میری دعائیں خدا سنتا ہے۔ ظفر کہنے لگے کہ وہ دے تو سکتا ہے لیکن اسے آزماتے نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے دل میں دعا کی اے خدا اس شخص نے میرے توکل اور تیری قدرتوں کا مذاق اڑایا ہے تو کرشمہ دکھا۔ چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ سامنے سے دو بوڑھی عورتیں گذریں۔ بچے کو دیکھ کر وہ مڑیں اور ایک دودھ کا ڈبہ دیتے ہوئے کہنے لگیں کہ ہم پکنک کے لئے آئی تھیں۔ اب واپس جارہی ہیں۔ کھانے کی چیزوں میں سے یہ ڈبہ بچ گیا ہے اب کہاں واپس اٹھا کر ساتھ لے جائیں۔ آپ کے ساتھ چھوٹا بچہ ہے اس لئے رکھ لیں شاید آپ کو ضرورت پڑے۔ وہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور ظفر کہتے ہیں میرا جی چاہا کہ اسی جگہ سجدہ میں گر پڑوں کہ کس طرح خدا نے اپنی ہستی کا ثبوت دیا ہے۔

میں ان تمام بزرگوں۔ بہنوں۔ بھائیوں اور عزیز دوستوں کی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس گہرے صدمہ کے وقت آکر یا خطوط کے ذریعہ ہمارے دکھ درد میں شریک ہوئے۔ ہر ممکن طریق سے ہمارے غم کو بانٹنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔ آخر میں تمام قارئین سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرتی ہوں۔

بقیہ صفحہ ۴

خط مل جاتا ہے تو اس کے بعد میں انتظار نہیں کر سکتا۔ میں فوری طور پر اس کا جواب دیتا ہوں۔ بہرحال اس موقعہ پر بھی یعنی تیسرے دن ہم نے آپس میں دینی گفتگو کی۔ سوال و جواب ہوئے۔ انہوں نے سوال پوچھے کچھ میں نے جواب دئے۔ شائد کوئی جواب نہ بھی دے سکا ہوں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے ایک بات جو انہوں نے کہی وہ یہ تھی کہ ثقافت کی عجیب رسمیں ہیں کہ آپ لوگ پتلون پہنیں تو اچھی نہیں لگتی............ میرے متعلق آپ خواہش یہ رکھتے ہیں کہ میں شلوار پہنوں۔ اور مجھے شلوار پہنا کر آپ بڑا خوش ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ ہماری ثقافت کی بات نہیں ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ شلوار پہنتے تھے۔ ہمیں شلوار اچھی لگتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی نہیں کہ ہم پتلون کو اچھا نہیں سمجھتے۔ ایک وقت تھا کہ انگریز ہم پر حکومت کرتا تھا۔ اور اس وقت جو لوگ پتلون پہنتے تھے وہ اس لباس کو بڑا فاخرانہ لباس سمجھتے تھے۔ اور ان کا خیال یہ تھا کہ پتلون پہن کر انسان بڑا باوقار انسان بن جاتا ہے۔ لیکن اب ہم پر انگریزوں کی حکومت نہیں ہے۔ اب ہم اسے ایک عام لباس سمجھتے ہیں اور آپ نے دیکھا ہی ہو گا کہ ہمارے کئی دوست جن میں مربی بھی شامل ہیں پتلون پہنتے ہیں۔ یہ بات ہے ۱۹۵۱ء کی۔ اور اس کے بعد تو پھر ایسا ہوا کہ ایک حلقہ میں پتلون کا ریلا آگیا۔ سب لوگ پتلون پہننے لگے۔ بڑی سمارٹ ہے۔ کام میں بڑی مدد دیتی ہے چلنے پھرنے میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن شلوار بھی اگر گھمبیر نہ ہو جس طرح پاکستان کے بعض علاقوں میں ہوتی ہے تو یقیناً چلنے پھرنے میں دشواری پیدا نہیں کرتی اور رکاوٹ نہیں بنتی۔ بہرحال یہ باتیں ہوئیں اور ان بہت سی باتوں سے ہم نے وہ لطف اٹھایا جس کے ایک لمبے عرصے سے ہم منتظر تھے۔ مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اگرچہ لمبی خط و کتابت رہی۔ میری خواہش تھی کہ کبھی ان سے ملوں۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ کی وجہ سے ان سے ملاقات ہو گئی۔ ان کی کارکردگی دیکھی مسمریزم کا شو دیکھا۔ ہائیڈ پارک گلاسگو میں تقریر کی۔ اور ان سے روبرو سوال جواب ہوئے۔ اور اس طرح بہت ہی لطف آیا۔ یہ تھے تین دن جو دراصل تو دو ہی دن بنتے ہیں اس لئے کہ رات کو پہنچے اور اگلا دن اور اس سے اگلا دن اور پھر اس کے اگلے دن صبح کے وقت تو وہاں سے واپس روانگی ہو گئی۔ لیکن بہرحال یہ تین دن سالوں سے بھی کم نہیں ہیں۔ جتنے لمبے ہوتے چلے جائیں میں تو کہتا ہوں کہ یہ تین صدیاں ہیں جو ہم نے اکٹھے گذاریں۔ محترم مولانا بشیر احمد صاحب آرچرڈ تو شروع شروع میں مجھ سے ہر قسم کے سوال پوچھتے تھے اب میں نے دیکھا ہے کہ ایک خاصے بڑے عالم کی حیثیت سے ابھرے ہیں۔ ان کے خیالات بہت وسیع ہیں۔ ان کا مطالعہ کافی حدود سے آگے بڑھا ہوا ہے۔ ان کا مطالعہ اور ان کے خیالات کافی وسیع ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علم میں برکت دے اور انہیں تادیر دین کی خدمت کی توفیق دے اور اولاد در اولاد کو بھی خدمت دین کے فریضہ کی طرف مائل رکھے۔ مولانا بشیر احمد صاحب آرچرڈ کو میں اپنا دلی دوست سمجھتا ہوں۔

بقیہ صفحہ ۱

کی اور خدا تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبول کر کے غیر مسلموں کو (دین حق) کی آیات کے سمجھنے کی توفیق دی اور اس طرح (دین حق) صدیوں تک ملک ملک علاقہ علاقہ میں پھیلتا رہا۔

(از خطبہ ۱۱- مارچ ۱۹۷۷ء)

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم جہانگیر محمد جوئیہ صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ خوشاب کی بہو فرزانہ بی بی صاحبہ اہلیہ مطیع اللہ جوئیہ صاحب مورخہ ۹۴-۱۲-۴ کو شدید بیمار ہو گئیں۔ ناصر ہسپتال جوہر آباد میں داخل رہیں۔ اب کسی قدر بیماری میں افاقہ ہے

○ محترم مرزا محمد اکرم صاحب ۱۲/۶ دارالعلوم غربی ربوہ پاؤں پر زخم ہو جانے کی وجہ سے علیل ہیں۔ چلنے پھرنے میں دشواری ہے اور سوج بھی بہت ہے۔ یہ تیسری مرتبہ زخم ابھرا ہے۔

○ مکرم ایم ثناء اللہ ناصر صاحب (نارووال) کا چھوٹا بیٹا عزیز دلاور بٹ (واقف نو) چند روز سے بیمار چلا آرہا ہے۔

○ مکرم لطف الرحمان صاحب خالد (گوٹھ بلال میرپور سندھ) کے پھوپھا جان بوجہ بخار بیمار ہیں۔

○ مکرم خلیل احمد صاحب دارالرحمت وسطی ربوہ کی بیٹی رخسانہ عمر ۱۱ سال جو کلاس پنجم ربوہ میں زیر تعلیم ہے مورخہ ۹۴-۱۲-۳ کی صبح اٹھتے ہی نظر بند ہو گئی ہے۔ زیر علاج ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو شفا عطا فرمائے۔

○ محترم شیخ عبدالوہاب صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد کی اہلیہ اور ان کے بیٹے اور بیٹی فلیٹ نمبر ۲- بلاک نمبر ۹- کینگیری فور ۹/۴ - I اسلام آباد ان کے لئے مغفرت اور بلندی درجات کی درخواست دعا کرتے ہیں اور جن احباب کے تعزیتی پیغامات کے وہ جواب نہیں دے سکے ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مفید اور موثر دوائیں

• تریاق اٹھراء : مرض اٹھراء کی مشہور اور مفید ترین گولیاں فی ڈبی ۲۰/-

• نورِ نظر : اولادِ نرینہ کیلئے کامیاب ترین دوا۔ فی کورس ۶۲۵/- اور ۱۲۵/-

• سپاری پاک : لیکوریا کے لئے طب یونانی کی مشہور و معروف دوا۔ فی ڈبی ۳۰/-

• زدجامِ عشق خاص : قوت و امساک کی مشہورِ عالم گولیاں

فی ڈبی ۳۰ گولی ۳۰۰/-

اطباء اور طبی سٹاکسٹ توجہ فرماویں۔

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ ربوہ

فون: 211538

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ : 11 دسمبر-1994ء
سردی میں نمایاں اضافہ ہوگیا ہے
درجہ حرارت کم از کم 11 درجے سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ 20 درجے سنٹی گریڈ

○ کراچی کی صورت حال پر صدر سے وزیر اعظم کی اہم ملاقات ہوئی۔ جبکہ جنرل وحید نے کراچی روانگی سے قبل صدر اور وزیر اعظم سے صلاح مشورے کئے۔ کراچی میں جنرل وحید فوجی قیادت کے ساتھ مل کر کراچی کی صورت حال پر صلاح مشورے کریں گے۔ صدر نے کراچی کی صورت حال پر وزیر اعظم سے اظہار تشویش کیا۔ صدر اور وزیر اعظم کی میٹنگ میں امن و امان کے لئے سندھ حکومت کی جانب سے زیادہ موثر اقدامات کرنے کے علاوہ آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے بعض دوسرے اقدامات پر بھی غور کیا۔

○ معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے اصولی طور پر فوج کو دفعہ ۲۴۵ کے تحت پاورز دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ فوج کراچی سمیت سندھ کے بعض حصوں میں اپنا دائرہ عمل جاری رکھے گی تاکہ بگڑتی ہوئی امن و امان کی صورت حال پر قابو پایا جاسکے۔

○ مشہور سماجی کارکن مسٹر عبدالستار ایدھی نے وائس آف امریکہ سے انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں خفیہ اداروں کے اہلکاروں، سماجی ورکروں اور ریٹائرڈ فوجی افسروں پر مشتمل ایک خفیہ پریشر گروپ کی سازشوں کی وجہ سے پاکستان چھوڑنے پر مجبور ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس پریشر گروپ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ حکومت کو آئینی مدت پوری کرنی چاہئے۔ تشدد کے ذریعے حکومت بدلنے کا جواز نہیں ہے اس پر مجھے دھمکیاں دی گئیں اور میرے گرد گھیرا تنگ کر دیا گیا اگر میں لندن نہ آتا تو قتل کر دیا جاتا۔ انہوں نے کہا کہ تشدد کے واقعات میں سیاسی مذہبی اور نسلی گروپ ملوث نہیں۔ پاکستان میں ہمیشہ ایسے گروپ موجود ہوتے ہیں جو یہ کرنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں۔ ان کے پیچھے مختلف ایجنسیاں ہوتی ہیں جو پاکستان پر حکمران ہیں جو یا تو لوگوں کو قتل کرا دیتی ہیں یا پھر انہیں اقتدار سے الگ کر دیتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میری غیر موجودگی میں ایدھی ٹرسٹ کا کام متاثر نہیں ہوگا۔

○ انسانی حقوق کے بین الاقوامی دن کے موقع پر صدر مملکت فاروق احمد خان لغاری نے کہا ہے کہ پاکستان تمام مظلوموں کے انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے کوشش کرتا رہے گا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ ہم نے خواتین بچوں اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کا عزم کر رکھا ہے۔

○ سینٹ میں ہفتہ کے روز مکمل پارلیمانی ڈیڈلاک رہا اور معمول کے ایجنڈے پر کوئی بات نہ ہو سکی۔ تمام وقت نکتہ اعتراض پر چیئرمین سینٹ کی جانب سے اسیر سینیٹر چوہدری شجاعت حسین کو ایوان میں لانے کے لئے احکامات پر عمل درآمد نہ ہونے پر بحث ہوتی رہی۔ چیئرمین نے حکومت کو دو دن کی مہلت دی ہے اور کہا ہے کہ سپیکر اور چیئرمین کی رولنگ حتمی ہوتی ہے جسے کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے پاس فوج تو نہیں کہ ہم رولنگ پر عمل درآمد کرائیں اپوزیشن نے آج بائیکاٹ ختم کر کے بحث میں حصہ لیا۔ دو سرکاری اراکین نے بھی رولنگ کی حمایت کی۔ سینٹ کے اراکین نے مسٹر عبدالستار ایدھی کے ملک چھوڑنے پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ مارشل لاء کا راستہ ہموار کیا جا رہا ہے۔

○ قومی اسمبلی کے سپیکر مسٹر یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ میں سپیکر کے منصب کی توہین نہیں ہونے دوں گا۔ مجھے وزارت عظمیٰ کی پیشکش ہوئی تو انکار کر دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ میں رولنگ کو کیش کرانا نہیں چاہتا۔ میں سازشی کا کردار ادا نہیں کروں گا۔ میرا معاملہ فخر امام سے مختلف ہے وہ حکومت کے مخالف تھے۔ مجھے حکمران جماعت نے سپیکر بنوایا ہے۔ آئینی بحران پیدا ہونے سے مایوس یا ناامید نہیں۔ کراچی کا مسئلہ حکومت کا ہی نہیں اپوزیشن کا بھی ہے۔ ایم کیو ایم کو سیاسی قوت تسلیم کیا جائے۔

○ مسلم لیگ (ن) کے چوہدری نثار نے کہا ہے کہ مولانا ایدھی سے حکومت نے بیان دلوایا ہے جو باعث تشویش ہے۔ کراچی دہشت گردوں کے رحم و کرم پر ہے۔ حکومت امن کوششوں میں سنجیدہ نہیں ہے۔

○ کراچی کے مختلف علاقوں میں فائرنگ سے ۱۳۔ افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ جامع ملیر کالج کے قریب دو پولیس اہلکاروں سمیت ۳۔ افراد کی نعشیں ملیں۔ نعشوں کے قریب گولیوں کے ۲۶۔ خول تھے۔ کراچی شہر ویرانی کا شکار ہے۔ ٹریفک نہ ہونے کے برابر ہے۔ ماڈل کالونی گزشتہ کئی روز سے فائرنگ کی زد میں ہے مختلف علاقوں میں سخت خوف و ہراس ہے۔

○ سینیٹر جاوید اقبال نے کہا ہے کہ حکمرانوں کے رویہ کے باعث کسی بھی وقت بڑا دھماکہ ہو سکتا ہے۔ ایوان میں فی الحال تبدیلی کا امکان نہیں۔ عبدالستار ایدھی کا ملک چھوڑ جانا دکھ کی بات ہے۔

○ خانہ جنگی اور مارشل لاء سے بچنا ہے تو مذاکرات کرنے ہوں گے یہ بات پنجاب اسمبلی کے سپیکر مسٹر محمد حنیف رامے نے کہی ہے انہوں نے کہا کہ اگر قائد اعظم اور مسٹر گاندھی میں مذاکرات ہو سکتے تھے تو بے نظیر اور نواز شریف میں کیوں نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ایدھی جیسے لوگ چلے جاتے ہیں تو معاشرے پر عذاب آجاتا ہے۔ ایدھی نے وارننگ دے دی ہے کہ ہم اپنی اصلاح کر لیں۔

○ انجمن حقوق انسانی کے سیمینار میں نوابزادہ نصراللہ خان کی ایماء پر قرارداد منظور کی گئی جس میں مشہور سماجی رہنما مولانا عبدالستار ایدھی سے کہا گیا ہے کہ وہ ملک واپس آجائیں۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ایدھی کا مایوس ہو جانا ہمارے لئے شرمناک بات ہے۔

○ دہشت گردوں کی اندھا دھند فائرنگ نے حیدر آباد لرزا اٹھا۔ ۳۔ راہ گیر زخمی ہو گئے۔ پولیس کی بھاری نفری نے گشت شروع کر دیا۔ کراچی میں موت کا رقص جاری ہے۔

○ وزیر اعلیٰ میاں منظور احمد وٹو نے کہا ہے کہ ہم بے روزگاروں کو گھر بیٹھے تقرر نامے دیں گے۔

بقیہ صفحہ ۱

۱۸۔ مکرم میاں عبدالقیوم صاحب نیلا گنبد لاہور۔
۱۹۔ مکرم عطاء الرحمان قریشی صاحب کراچی۔
۲۰۔ محترمہ امتہ اللہ مبارکہ صاحبہ ربوہ۔

ہر قسم کے فرج، فریزر، کوکنگ رینج، گیزر، واشنگ مشین اور سنگر سلائی مشین کیلئے۔
برکت علی الیکٹرانکس
شہناز پلازا۔ چاندنی چوک
مری روڈ۔ راولپنڈی
فون: 420958

احمد انٹرنیشنل
فون: 211440 211550
احمد ٹریولز انٹرنیشنل اندرون ملک یا انٹرنیشنل سفر کیلئے کسی بھی ایئرلائن کی ارزاں ٹکٹوں اور بہترین خدمت کیلئے کامیاب ادارہ
احمد پراپرٹی ایکسچینج ہر قسم کی رہائشی و کاروباری جائداد کی خرید و فروخت و کرایہ پر لین دین کیلئے تشریف لائیں
2/13 الناصر مارکیٹ بالمقابل ایوانِ محمود ربوہ

شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقع پر ہم عرصہ دراز سے آپکی اور آپکے مہمانوں کی خدمت میں عمدہ کھانے پیش کرتے رہے ہیں • اب ایک اور انداز میں آپکی خدمت میں آئے ہیں
• عمدہ کھانے بہترین کراکری میں پیش کرتے ہیں
یاد رکھیں
رشید برادرز ٹینٹ سروس
گولبازار ربوہ
نزد خورشید یونانی دواخانہ
پروپرائٹر: رشید الدین ولد رفیع الدین
فون: دوکان ۲۱۱۵۸۴ گھر: ۴۰۸

اکسیر موٹاپا 30/-
ہمدرد سونسواں (حبوب اٹھرا) 15/-
دوائی فضل الٰہی برائے اولاد نرینہ 150/-
زوجام عشق 600/-
اکسیر لیکوریا کیپسول 30/-
کلین اپ چہرے کیلئے ... 15/-
سفوف اکسیر شوگر 30/-
جدید دواخانہ خدمت خلق
گولبازار۔ ربوہ فون: 659